رسائل و مسائل

لفظ "مشرک" کا اصطلاحی استعمال

سوال - آپ کے رسالہ "ترجمان القرآن" بابت ماہ مارچ ۱۹۶۲ء کا باب "رسائل و مسائل" مطالعہ کیا۔ مضمون کی آخری سطور سے مجھے اختلاف ہے۔ لہٰذا رفع اختلاف اور جستجوئے حق کے جذبہ کے تحت سطور ذیل رقم کر رہا ہوں:

کتاب و سنت کی واضح تصریحات سے مترشح ہوتا ہے کہ عالم ماکان و مایکون اور "حاضر و ناظر ہونا" اللہ جل شانہ کی مختص صفات ہیں۔ بنا بریں جو مسلمان ان صفات مخصوصہ کا وجود حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم یا کسی اور نبی یا ولی میں تسلیم کرے تو کتاب و سنت کے قطعی فیصلے کی رُو سے وہ شرک کا مرتکب متصور ہوگا اور اس پر لفظ "مشرک" کا عدم اطلاق کتاب و سنت کے احکام سے رُوگردانی کے مترادف ہوگا۔ ایسے شخص کو مشرکین عرب سے تشبیہ دی جائے، تو یہ تشدد نہیں بلکہ عین مقتضائے انصاف ہے۔

آخر یہ کیا بات ہوئی کہ ان صفات کا غیر اللہ میں تسلیم کرنا تو آپ کے نزدیک شرک ہو مگر اس شرک کا مرتکب مسلمان، اور اُس پر "مشرک" کے لفظ کا اطلاق آپ کے نزدیک صریح تشدد! یہ تناقض کیوں؟

آپ کسی مسلمان کو مشرک فرار اس لیے نہیں دیتے کہ اوّلاً وہ "تاویل کی غلطی" کا شکار ہوتا ہے۔ ثانیاً وہ شرک کو شرک جانتے ہوئے اس کا ارتکاب نہیں کرتا۔ آپ کی

یہ دونوں توجیہات میرے خیال میں بنی بر صداقت نہیں ہیں۔

جواب میں نے جس قدر بھی قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہے اس کی بنا پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو شرک کا ارتکاب کرے، یا جس کے عقیدہ و عمل میں شرک پایا جاتا ہے، اس کو نہ اصطلاحاً "مشرک" کا خطاب دیا جا سکتا ہے اور نہ اس کے ساتھ مشرکین کا سا معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ اس خطاب اور اس معاملہ کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جن کے نزدیک شرک ہی اصل دین ہے، جو توحید کو بنیادی عقیدے کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتے، اور وحی و نبوت اور کتاب اللہ کو سرے سے ماخذِ دین ہی ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود یہود و نصاریٰ کے ارتکابِ شرک کا ذکر فرمایا ہے مثلاً وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (التوبہ ۳۰)۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ . . . لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (المائدہ ۷۲۔ ۷۳) لیکن اس کے باوجود قرآن مجید میں ان کے لیے مشرکین کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی بلکہ ایک دوسری اصطلاح "اہلِ کتاب" ان کے لیے الگ وضع فرمائی گئی۔ پھر ان میں اور مشرکین میں صرف یہ لفظی فرق ہی نہیں رکھا گیا بلکہ ان کے ساتھ اہلِ ایمان کا معاملہ بھی مشرکین سے مختلف تجویز فرمایا گیا۔ اگر ان کو واقعی مشرک قرار دیا گیا ہوتا تو وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ کے تحت ان کی عورتوں سے نکاح آپ سے آپ حرام ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کتابیات کا حکم مشرکات سے بالکل الگ رکھا اور ان سے نکاح کی مسلمانوں کو اجازت دے دی۔ اسی طرح ان کے ذبائح کا حکم بھی مشرکین کے ذبائح سے مختلف رکھا۔ اس کی وجہ آخر اس کے سوا کیا ہے کہ شرک میں مبتلا ہو جانے کے باوجود وہ توحید ہی کو اصل دین مانتے تھے اور نبوت و کتاب ہی کو ماخذِ دین تسلیم کرتے تھے۔ اسی بنا پر تو ان سے فرمایا گیا کہ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ (آل عمران ۶۴) اور وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ (العنکبوت ۴۶)

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے "مشرک" کی اصطلاح اُن لوگوں کے لیے استعمال فرمائی جو شرک ہی کو اصل دین مانتے تھے، جن کا اعتراض ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تھا کہ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (ص: ۵)، اور جنہیں یہ بات سرے سے تسلیم ہی نہ تھی کہ دین کے عقائد و اعمال وحی و رسالت سے ماخوذ ہونے چاہییں۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (البقرہ - ۱۷۰)۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ "مشرک" کا نام دیا، بلکہ اہلِ ایمان کا معاملہ ان کے ساتھ اہلِ کتاب سے مختلف رکھا۔

یہ حقائق چونکہ میری نگاہ میں ہیں اس لیے میں یہ بات قطعی جائز نہیں سمجھتا کہ اُن لوگوں کو "مشرک" کہا جائے اور مشرکین کا سا معاملہ اُن کے ساتھ کیا جائے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں، قرآن کو کتاب اللہ اور سند و حجت مانتے ہیں، ضروریاتِ دین کا انکار نہیں کرتے، شرک کو اصل دین سمجھنا تو درکنار، اپنی طرف شرک کی نسبت کو بھی بدترین گالی سمجھتے ہیں، اور اس کے بعد تاویل کی غلطی کے باعث کسی مشرکانہ عقیدے اور عمل میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ شرک کو شرک سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب نہیں کرتے بلکہ اس غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں کہ ان کے یہ عقائد و اعمال عقیدۂ توحید کے منافی نہیں ہیں۔ اس لیے ہمیں ان پر کوئی بُرا لقب چسپاں کرنے کے بجائے حکمت اور استدلال سے ان کی یہ غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آپ خود سوچیں کہ جب آپ اِس طرح کے کسی آدمی کے سامنے اس کے کسی عقیدے یا عمل کو توحید کے خلاف ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو کیا آپ کے ذہن میں یہ نہیں ہوتا کہ وہ قرآن و حدیث کو سند و حجت مانتا ہے؟ کیا یہ استدلال آپ کسی ہندو یا سکھ یا عیسائی کے سامنے بھی پیش کرتے ہیں؟ پھر جب آپ اس سے کہتے ہیں کہ دیکھو، فلاں بات شرک ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے، تو کیا آپ اُس وقت یہ نہیں سمجھ رہے ہوتے کہ یہ شرک کے گناہ عظیم ہونے کا قائل ہے؟ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آخر آپ اس کو شرک سے